نا بلِ فہم اور بلحاظ کتابت بھی وقت بچانے والا ہے ۔ واو ماقبل مضموم کو علامتِ سکون سے خالی رکھنے کی بنا پر " اولٰئک " یا اولوالعزم " یا اولی الابصار" کی قسم کے کلمات کی قراءت میں جو التباس واقع ہوتا ہے اس سے قاری کو بچانے کے لئے ایرانی مصاحف میں بعض دفعہ نیچے باریک قلم سے " بلا اشباع " (کھینچنا نہیں) لکھ دیتے ہیں ۔ " اولٰئک " کی شکل میں ۔ اس کے مقابلے پر ترکی کے بعض مصاحف میں اس قسم کی " د " کے نیچے باریک قلم سے لفظ " قصر " ۔۔۔۔

یعنی " قصر " لکھ دیتے ہیں ۔ یعنی " اولٰئک " کی شکل میں ۔ اس کا بھی مطلب یہی ہے کہ اسے چھوٹا کر کے (مد کے بغیر ہی) پڑھنا ہے ۔۔۔ ایران اور ترکی کا یہ طریقہ کسی پڑھے لکھے قاری کو درست تلفظ میں مدد دے تو دے ۔ عام قاری جو " بلا اشباع " اور " قصر " کے معنی ہی نہ جانتا ہو اس کے لئے تو یہ ضبط درست قراءت میں مددگار ثابت نہیں ہو سکتا ۔ اس معاملے میں برصغیر کا طریق ضبط (کہ حروف زوائد کو علامتِ ضبط سے خالی رکھا جائے) یقیناً زیادہ آسان اور زیادہ مفید ہے ۔

" اولٰئک " کی لام پر عرب ممالک میں فتحہ (َ) لگا کر ساتھ الف مقصورہ (کھڑی زبر) ڈالتے ہیں " لَٰـئك " کی شکل میں ۔ جب کہ برِصغیر میں اس " لام " پر صرف کھڑی زبر (ٰ) ڈالنے پر اکتفا کیا جاتا ہے ۔ " لٰـئك " یا " لٰئك " کی صورت میں ۔۔۔ افریقی ممالک میں اس " لام " پر فتحہ (َ) بھی ڈالتے ہیں ۔ اور اس کے ساتھ " چھوٹا الف " (مقصورہ) اس طرح ترچھا ڈالتے ہیں کہ اس کی شکل " لا " سے مشابہ ہو جاتی ہے " اولَٰئك "

اس " لا " پر علامتِ مد بھی ہر جگہ ڈالی جاتی ہے ۔ اگرچہ مد کے لکھنے کا انداز مختلف ہوتا ہے ۔ (~ ، ~) ۔ چین میں " اولٰئک " کے " لام " پر لمبی ترچھی مد ڈال دیتے ہیں ۔ فتحہ (َ) یا کھڑی زبر (ٰ) وغیرہ کچھ نہیں ڈالتے یعنی " اولٓئك " کی صورت میں لکھتے ہیں ۔

" اولٰئک " میں " ل " اور " ك " کے درمیان همزة القطع کی " کرسی "

کے لئے " یا " کا نبرہ (دندانہ) ڈالا جاتا ہے اور ھمزۂ مکسورہ اس نبرہ کے نیچے لکھا جاتا ہے (اولِئِک) ۔ یہ طریقہ مصر اور ایشیائی ملکوں میں رائج ہے ۔ ایران اور ترکی میں یہ ھمزہ نبرہ کے اوپر لکھنے کا رواج ہے (اولئِک) ۔ افریقی ملکوں میں (اسے بعض مثلاً تونس، مراکش، غانا میں) اس نبرہ کے نیچے "یا" کے دو نقطے بھی لکھتے ہیں اور ساتھ ہی ھمزۂ مکسورہ بھی (اولِیِٕک یا اولیِٕک کی شکل میں) ۔

" اولىك " کے آخری " کاف " کے لکھنے کا طریقہ بھی مختلف ہے اکثر تو اسے " ك " کی صورت میں لکھا جاتا ہے ۔ مگر بعض افریقی ملکوں اور جنوبی ہندوستان (مالابار) کی ریاست کیرالا (جسے عربی میں " کیرلہ " ہی لکھا جاتا ہے) میں اسے ہمیشہ " ک " یا ک " کی شکل میں لکھتے ہیں ۔

اس طرح آیت زیر مطالعہ کے کلمات کے ضبط کی حسب ذیل صورتیں سامنے آتی ہیں :-

أُولِٕكَ ؛ أُولٰٓئِكَ ، أُوْلَـٰٓئِكَ ،

أُوْلَٰٓئِكَ ، أُوْلَٰیِٕکَ ۔ أُولَٰٓئِكَ

عَلٰی عَلَیٰ ۔ هُـدًی ، هُـدًی

مِنْ رَبِّهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ

و اولىك مثل سابق

هُمُ الْمُفْلِحُونَ ، الْمُفْلِحُونَ ، الْمُفْلِحُونَ ، الْمُفْلِحُونَ

ڈاکٹر طاہر سعید کے نام (۱۴)

ڈاکٹر محمد مقصود

اسلام کا معاشرتی نظام

اسلام نے دنیا کو جو معتدل سماجی اور معاشرتی نظام عطا کیا تھا اُس کا پہلا اور بنیادی نکتہ یہی ہے کہ :-

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (الحجرات)

ترجمہ :- " اے لوگو میں نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمھارے خاندان اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک تم میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو"۔

اس میں بالکل صاف اور غیر مبہم الفاظ میں بتایا گیا تھا کہ انسان بحیثیتِ انسان سب کے سب برابر ہیں اور ان میں نسلی، وطنی، لونی، لسانی یا جغرافیائی لحاظ سے کوئی فرق نہیں کُلُّکُمْ مِّنْ آدَمَ وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ (الحدیث) "تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے" انسانی بنیاد پر کوئی اونچا نہیں، کوئی نیچا نہیں، کوئی گھٹیا نہیں، کوئی بڑھیا نہیں۔

دوسرا نکتہ اسلام کے اس نظامِ خیر و برکت کا یہ تھا کہ مرد اور عورت جو کہ اس میں شک نہیں ایک دوسرے کا لباس ہیں (ھُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّھُنَّ۔ البقرۃ) مگر جسمانی اور نفسیاتی پہلوؤں سے مختلف بھی ہیں لہٰذا ہر ایک کا دائرۂ کار بھی الگ اور مختلف ہونا چاہیے اور چونکہ دونوں کا بلا روک ٹوک ایک دوسرے کیساتھ خلط ملط ہو جانا بیسیوں تمدنی فتنوں اور ہزاروں معاشرتی ناہمواریوں کو جنم دیتا ہے، لہٰذا پردے کا ایک علمی اور عقلی نظام تجویز کرکے اسلام نے مرد و زن کے لیے زندگی گزارنے

کے الگ الگ میدان اور دائرۂ کار کا تعین کر دیا مگر آہ کہ اس معتدل نظامِ معاشرت کے چشمۂ صافی کو طاغوت نے اپنی سیاہ کاریوں سے بالآخر گدلا کر دیا۔ جہالت و نادانی کا بُرا ہو کہ شیطانِ جدید نے اِس متوازن نظامِ تمدن و معاشرت میں بھی بڑی شاطرانہ دست اندازی کی۔ اور بالآخر اِسے اسلامیت کی روح سے یکسر بیگانہ کر دیا۔ رنگت کا جادو پھونک کر طاغوت نے انسانیت کو تجربات و حوادث کی جن تلخ گھاٹیوں اور بھٹیوں میں سے بار بار گزارا اور بطور مثال امریکہ جیسی (بزعمِ خود اور بقول خود ان کے) ترقی یافتہ ملک کو مسلسل کالی اور گوری رنگتوں کی بنیاد پر خون خرابہ اور قتل و غارت گری کے حمام میں ننگا کیا۔ نسل کی بنیاد پر ذات پات کی تقسیم نے جس طرح انسانیت کو گروہی اور طبقاتی نزاع و کشاکش کے بھینٹ چڑھایا، ذات و وطن کو بنیاد بنا کر جاہل و نادان انسانیت نے جس شیفتگی کے ساتھ اِس بُت کو اپنے سینے سے جا ملایا۔ اسی زہرِ ہلاہل کی سرمستی اور دیوانگی میں ہزاروں چھوٹی لڑائیاں اور دو عالمگیر جنگیں لڑ کر جس سفاکی اور بے دردی سے لاکھوں انسانوں کو بے گھر، ہزاروں ماؤں کو بے اولاد اور کروڑوں جانوں کا صفایا کروایا، اسی زعم کے بل بوتے پر بزمارک (BISMARK) نے جرمنی کی اُنتالیس منتشر ریاستوں میں قتل و غارت گری کا بازار گرم کر کے جس طرح آگ و خون کی تاریخ میں اپنا نام (THE MAN OF BLOOD AND IRON) کے الفاظ سے ثبت کروایا اور اسی بنیاد پر پھر ہٹلر اور مسولینی نے فضائے آسمانی کو نہایت فراخ دِلی اور دریا دِلی کے ساتھ بموں، باروددوں اور پٹاخوں سے جس طرح بمباری کی تجربہ گاہ بنایا، اس کی حقیقت اور واقعیت سے صرف وہی لوگ انکار کر سکتے ہیں جن کے دلوں سے اثر پذیری، جن کے کانوں سے حق نیوشی اور جن کی آنکھوں سے عبرت نگاہی کی صلاحیتیں اُچک لی گئی ہوں۔ شیطانی اور طاغوتی نظامِ تمدن و معاشرت کی بنیاد، غیر معتدل اور بے خدا وطنیت کی یہی وہ شناعت اور خباثت تھی جسے اقبال جیسے ہونہار اور نکتہ شناس فلسفی نے دورِ حاضر کا سب سے بڑا شرک، مسلم کا نیا "حرم" اور ان تازہ خداؤں میں سب سے "بڑا خدا" قرار دیا۔ اور تکرار کے ساتھ نہایت زور دے کر کہا کہ وطنیت کے اس جذبۂ شیطانی کو پیرہن (لباس) پہنا دینا درحقیقت اسلام کو کفن فراہم کر دینے کے مترادف ہے۔ چنانچہ انہوں نے ایک خاموش تماشائی کی طرح جب دیکھا کہ کچھ غیروں کی شرارت اور بعض اپنوں کی نادانی و حماقت سے بعض علمائے مذہب بھی لیلائے وطنیت کی زُلفِ گرہ گیر کے اسیر ہونے لگے ہیں تو اُن کا خونِ جگر اور دردِ دل اشکبار آنکھوں کے ساتھ ان جلالی الفاظ میں

ایک زور دار سیلِ رواں اور بحرِ بیکراں بن کر ٹوٹ پڑا کہ ؎

اس دور میں مے اور ہے، جام اور ہے، جم اور
ساقی نے بنا کی روشِ لطف و ستم اور
مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور
تہذیب کے آزر نے ترشوائے صنم اور
ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

یہ بُت کہ تراشیدۂ تہذیبِ نوی ہے
غارت گرِ کاشانۂ دینِ نبوی ہے
بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے
نظارۂ دیرینہ زمانے کو دکھا دے
اے مصطفوی خاک میں اس بُت کو ملا دے

اقوامِ جہاں میں ہے رقابت تو اسی سے
تسخیر ہے مقصودِ تجارت تو اسی سے
خالی ہے صداقت سے سیاست تو اسی سے
کمزور کا گھر ہوتا ہے غارت تو اسی سے
اقوام میں مخلوقِ خدا بٹتی ہے اس سے
قومیّتِ اسلام کی جڑ کٹتی ہے اس سے

اسی طرح طاغوتِ انسانی نے مرد و زن کے مابین حائل پردے کو نہایت بے دردی کے ساتھ پھاڑ کر ان دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ جس طرح خلط ملط کر دیا اور پھر اس بے لگام آزادی سے جس طرح منہ زوری، جنسی انارکی اور بے راہ روی کا ایک نہ تھمنے والا سیلاب ٹوٹ پڑا وہ بجائے خود نہایت ایسی جگر خراش داستان ہے جسے سُن کر اور جس کی تصویر کو ان ناسوتی آنکھوں سے دیکھ کر زمین میں گڑنے اور سر پیٹنے کو جی چاہتا ہے چنانچہ اکبر الٰہ آبادی کے بقول ؎

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

دوسرے مقام پر اکبر ایسی ہی نادیدہ جہالتِ جدیدہ پر طنز و تضحیک کے فقرے چُست کرکے کہتا ہے

سے یہ بات تو اچھی ہے کہ اُلفت ہو مسوں سے
حُور اُن کو سمجھتے ہیں قیامت ہے تو یہ ہے
پیچیدہ مسائل کے لیے جاتے ہیں انگلینڈ
زلفوں میں اُلجھ آتے ہیں شامت ہے تو یہ ہے
کمرے میں جو ہنستی ہوئی آئی مسِ رعنا
ٹیچر نے کہا علم کی آفت ہے تو یہ ہے
پبلک میں ذرا ہاتھ ملا لیجئے مجھ سے
صاحب مرے ایمان کی قیمت ہے تو یہ ہے

پھر اسی خلط و اختلاط اور نام نہاد مساواتِ مرد و زن نے زن کو نازن (عورت کو ناعورت) بنا دیا اور بالآخر اسلام کے روحِ رواں رشتۂ امومت (ماں ہونے) کی جڑ کاٹ دی۔ اسی صورتِ حال پر اقبال نے ان الفاظ میں ایک ناقدانہ نگاہ ڈالی۔ سے

تہذیبِ فرنگی ہے اگر مرگِ امومت ۔۔۔ ہے حضرتِ انساں کے لیے اس کا ثمر موت
جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن ۔۔۔ کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت

یہ تھی نظامِ اجتماعی کے اندر وہ عظیم الشان تبدیلی اور یہ تھی وہ خوفناک، افسوسناک اور شرمناک ٹھوکر جو انسانیت نے خدا اور رسولؐ سے بغاوت کے معاوضے میں کھائی اور اس کے نتیجے میں اللہ اور رسولؐ سے بالکل باغی نظامِ اجتماعی یعنی سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام (POLITICO-SOCIO-ECONOMIC SYSTEM) آکر انسانیت کے سر پر مسلط ہو گیا کہ سے

سے شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود ۔۔۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود ۔۔۔ یہ مسلماں ہیں جنھیں دیکھ کے شرمائیں یہود!